اقبالؒ کا تصورِ قانون

سید ریاض الحسن صاحب ایڈووکیٹ سپریم کورٹ، لاہور

اقبال کے تصورِ قانون کے تین اجزاء ہیں:

۱۔ نہ صرف مسلمان بلکہ تمام بنی نوعِ انسان کی سلامتی و بہبود اسی میں ہے کہ وہ اسلامی قانون کو اپنائیں اور اس پر عمل پیرا ہوں۔ اقبالؒ کہتے ہیں کہ اسی لیے شیطان، جو انسان کا سب سے بڑا اور ازلی دشمن ہے اُس کی تمام تر کوشش یہ ہے کہ اسلامی قانون نافذ نہ ہو سکے۔ چنانچہ اقبال اپنی مشہور نظم "ابلیس کی مجلسِ شوریٰ" میں کہتے ہیں:

ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اس اُمت سے ہے
جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرارِ آرزو
جانتا ہوں جس پہ روشن باطنِ ایام ہے
مزدکیت فتنۂ فردا نہیں اسلام ہے
جانتا ہوں میں یہ اُمت حاملِ قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دین
عصرِ حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبرؐ کہیں
الحذر آئینِ پیغمبرؐ سے سو بار الحذر
حافظِ ناموسِ زن، مرد آزما، مرد آفریں
چشمِ عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئیں تو خوب
یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محرومِ یقیں

۲ - اسلامی قانون ایک ہمہ گیر وحدت ہے - اس میں ہرگز دوئی نہیں - سیاست اُس سے آزاد اور باہر نہیں، بلکہ وہ سیاست اور زندگی کے تمام دیگر شعبوں کو کما حقہٗ محیط ہے - اقبال اپنی کتاب "تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ" THE RECONSTRUCTION OF RELIGIOUS THOGHT IN ISLAM میں فرماتے ہیں -

"اسلام میں ایک ہی حقیقت کو اگر ایک زاویۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو وہ مذہب بن کر دکھائی دیتی ہے - اور اسی کو اگر دوسرے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو وہ مملکت اور سیاست ہو جاتی ہے - یعنی مذہب و سیاست اسلام میں ایک ہی حقیقت ہیں، حتیٰ کہ یہ کہنا بھی غیر صحیح ہے کہ مذہب اور مملکت ایک شے کے دو رُخ ہیں - اسلام ایک ناقابلِ تقسیم اور واحد حقیقت ہے - جس ادارہ کو ریاست کہا جاتا ہے وہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ توحید کے اِن ہی خصائص کو مادی پیکروں میں متشکل اور کارفرما کرنے کا ذریعہ ہے اور اس نصب العین کو انسانی معاشرہ کے قالب میں ڈھالنے کی کوشش ہے۔"

۳ - اسلامی قانون جس صورت اور جس حالت میں جناب نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے وحی فرمایا تھا اُسی صورت اور حالت میں واجب العمل ہے - حالات و زمانہ کی مصلحت بینی و مصلحت کوشی سراسر الحاد ہے - اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ ہے - اُس سے زیادہ اپنے بندوں کی مصلحتوں سے کوئی آگاہ نہیں ہو سکتا - اُس نے اپنے بندوں کی ہر عہد و محل کے لیے تمام مصلحتوں کو مدّ نظر رکھ کر شریعت سازی کی ہے - اقبال رموزِ بے خودی میں فرماتے ہیں:

شارعِ آئیں شناسِ خوب و زشت
بہر تو ایں نسخۂ قدرت نوشت
سخت باشی استوارت می کند
پختہ مثلِ کوہسارت می کند

اقبال اس بات پر زور دیتے ہیں کہ آج کے دَور میں بجائے اس کے کہ شریعت کو کھینچ کر اور دُور از کار تاویلات کر کے اپنے ماحول کے مطابق کیا جائے ہمیں چاہیے کہ حالات اور اپنے ماحول کو شریعت کے سانچے میں ڈھالیں - اوّل الذکر قسم کے تجدّد زدہ افراد کے متعلق ضربِ کلیم میں فرماتے ہیں:

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

اِن غلاموں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب
یہ سکھاتا نہیں مومن کو غلامی کے طریق

شریعت عالمگیر بھی ہے اور ابدی بھی۔ شریعت کی ابدیت پر ضرب لگانے کے لیے جو لوگ جدید تقاضوں کا ذکر کرتے ہیں اور یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ اب زمانہ بدل چکا ہے اور شریعت محمدیؐ اس دور میں ناقابلِ عمل ہے، اقبالؒ انہیں کم نظر کہتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

زمانہ ایک حیات ایک کائنات بھی ایک
دلیلِ کم نظری قصۂ قدیم و جدید

البتہ اقبال قوانینِ شریعت کی تشکیل جدید پر زور دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ شریعت کو ایسے الفاظ اور ایسے انداز میں پیش کیا جائے کہ اس کی ابدیت مغرب اور مغرب زدہ لوگوں پر واضح ہو جائے تاکہ وہ اس پر عمل پیرا ہو سکیں۔ اس کے لیے وہ فرماتے ہیں:

"احکامِ شریعت کے تعین میں غلطیوں کے سدباب کا موثر طریقہ ایک ہی ہے اور وہ مسلمان ممالک میں فقہی تعلیم کے موجودہ طریق میں ایسی ہمہ گیر اصلاح ہے جس سے اس کا دائرہ وسیع ہو جائے۔" (خطبات: ۱۷۶)

اقبال کے ارشاد کے مطابق اگر اسلامی قانون کو اہلِ مغرب کے سامنے ان کی قانونی زبان میں بیان کیا جائے تو اُن کے لیے اسلامی قانون کی فوقیت تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہے۔ میں اس وقت صرف اسلام کے بین الاقوامی قانون کی مثال پر اکتفا کروں گا۔

یورپ میں بین الاقوامی قانون پر سب سے پہلی کتاب گروشیئس نے سترھویں صدی عیسوی میں لکھی۔ یہ ایک ابتدائی قسم کی کتاب ہے اور اس میں خود گروشیئس نے بین الاقوامی قانون کے میدان میں مسلمانوں کی عظمت کا اعتراف کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مسلمان قانون دانوں کا خوشہ چین ہے۔ اس کے برعکس مسلمانوں میں بین الاقوامی قانون یعنی سیَر پر پہلی کتاب امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد امام محمد بن حسن شیبانی نے آٹھویں صدی عیسوی میں لکھی۔ اس کا نام کتاب السِیَر الصغیر ہے۔ جب یہ کتاب شام کے امام اوزاعی کے پاس پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ عراق کے فقہاء کو اسلام کے بین الاقوامی قانون کا خاص علم نہیں ہے، یہ علم فقہائے شام کے پاس ہے، کیونکہ نبئ اکرمؐ کے مغازی کا زیادہ تر رُخ شام کی طرف رہا ہے۔ جب امام شیبانی نے یہ بات سُنی تو انہوں نے

اس علم پر زیادہ تفصیل سے کتاب مرتب کی اور اس کا نام کتاب السیّر الکبیر رکھا۔ جب امام اوزاعی نے یہ کتاب دیکھی تو اعتراف کیا کہ واقعی فقہائے عراق قانون کے دوسرے شعبوں کی طرح اس شعبے میں بھی سبقت لے گئے ہیں۔ یہودی نژاد امریکی مستشرق مجید خدوری نے کتاب السّیر الصغیر کا انگریزی میں ترجمہ ISLAMIC LAW OF NATIONS کے عنوان سے کیا ہے۔ اُس نے اپنا یہ ترجمہ جب امریکن سپریم کورٹ کے چیف جج PHILIP C. JESSEP کے پاس تقریظ کے لیے بھیجا تو اُس نے لکھا کہ "انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس کا دائرہ اختیار STATUTE OF INTERNATIONAL COURT OF JUSTICE کی دفعہ (IX B) 38 کے تحت مندرجہ ذیل ہے:

THE COURT SHALL APPLY THE GENERAL PRINCIPLES OF LAW RECOGNISED BY CIVILISED NATIONS.

اِس میں یہ بات کہیں نہیں ہے کہ صرف مغربی بین الاقوامی قانون کے مطابق فیصلے کیے جائیں۔ مسلمان بھی مہذب لوگ ہیں اور ان کے پاس بین الاقوامی قانون کا بیش قیمت سرمایہ موجود ہے۔ وہ انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس کے سامنے اصرار کر سکتے ہیں کہ ان کے فیصلے ان کے بین الاقوامی قانون کے مطابق کیے جائیں۔"

یہ صرف کتاب السّیر الصغیر کے متعلق ہے۔ جہاں تک کتاب السّیر الکبیر کا تعلق ہے اُس کی شرح گیارھویں صدی عیسوی میں شمس الائمہ سرخسی نے چار ضخیم جلدوں میں شرح السّیر الکبیر کے نام سے لکھی۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے اس کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ پیرس سے چھپوا دیا ہے۔ یہ کتاب OPPENHEIM کی کتاب سے بدرجہا زیادہ شرح و بسط کے ساتھ بین الاقوامی قانون کے اسرار و غوامض بیان کرتی ہے۔ امام ابن قیم جوزیہ نے چودھویں صدی عیسوی میں صرف CONFLICT OF LAWS پر "احکام اہل الذمہ" دو جلدوں میں لکھی میرے پاس یہ کتاب موجود ہے۔ اس میں معاملات کی ایسی ایسی صورتوں پر مدلل اور مفصل بحث کی گئی ہے جو ابھی تک مغربی دنیا کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہیں۔